ڈاکٹر وفا راشدی

مخدوم امین محمد ثالث امین ہالائی رح

حضرت امین محمد ثالث امین ہالائی عرف "بکّن ڈ ٹی" (ریکھن دسنی) برصغیر پاک و ہند کے عظیم المرتبت شیخ الطریقت حضرت غوث الحق مخدوم لطف اللہ سہروردی المعروف بہ مخدوم نوح سہروردی ہالائی رح صدیقی اویسی کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت مخدوم نوح سہروردی ہالائی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے[۱]۔

شمس العلماء علامہ عمر بن محمد داؤد پوتہ اپنی کتاب "سرہالی گال" میں ایک جگہ رقم طراز ہیں:

"امین محمد سائیں عرف بکھن دسنی اسرار ہائے الٰہی کے عارف، الستی محبت کے بحرِ امواج فیوضات یزدانیہ کے شارح و ترجمان اور حضرت غوث الحق صاحب فیض الفتوح کے سلسلۂ عالیہ میں بارھویں سجادہ نشین ہیں" ترجمہ[۲]

حضرت محمد امین ثالث کے والد ماجد حضرت مخدوم محمد زمان رابع رح (۱۲۳۳ - ۱۲۶۹ھ) نے عنفوان شباب یعنی ۳۶ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت مخدوم امین محمد ثالث پندرہ برس کے سن میں یعنی ۱۲۶۹ھ کو سجادہ نشینی کی مسند جلیلہ پر فائز ہوئے سہروردی جماعت کی روایت کے مطابق ان کی رسم دستار بندی ادا کی گئی۔ آپ نے سرزمین سندھ میں ہمہ وقت علمی و دینی اور روحانی خدمات کی بدولت طریقہ عالیہ سہروردیہ کے توسط سے اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو عام کیا اور اسلام کے پرچم کو بلند رکھا۔ مخلوقِ خدا کی ایک کثیر تعداد آپ کے علوم ظاہری و باطنی سے فیض یاب ہوئی۔

مخدوم امین ثالث کا یہ خاندان عالی مقام پروردگار عالم اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے انتہا کرم اور رحمتوں کی بدولت گزشتہ پانچ صدیوں سے نسل در نسل خدمتِ علم و دین اور اشاعت

اسلام میں پیش پیش رہا ہے ۔

جس کا اندازہ سجادہ نشینوں کی اس سن وار تفصیل سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے:

تفصیل سن وار سجادہ نشینان درگاہ شریف بالا

۱۔	حضرت غوث الحق مخدوم لطف اللہ عرف مخدوم نوحؒ	دستار اول	(۹۱۱ھ ۹۹۸ھ)
۲۔	حضرت مخدوم امین محمد صاحب اول	دستار دوم	(۹۵۱ھ ۱۰۱۵ھ)
۳۔	حضرت مخدوم ابوالحمد، عرف ابوالخیر صاحب	دستار سوم	(۱۰۱۸ھ ۱۰۵۰ھ)
۴۔	حضرت مخدوم عبدالخالق صاحب	دستار چہارم	(۱۰۳۰ھ ۱۰۸۱ھ)
۵۔	حضرت مخدوم محمد زمان، صاحب اول	دستار پنجم	(۱۰۵۵ھ ۱۱۱۷ھ)
۶۔	حضرت مخدوم میر محمد، صاحب اول	دستار ششم	(۱۱۰۱ھ ۱۱۵۹ھ)
۷۔	حضرت مخدوم محمد زمان، صاحب ثانی	دستار ہفتم	(۱۱۱۹ھ ۱۱۸۴ھ)
۸۔	حضرت مخدوم میر محمد صاحب ثانی	دستار ہشتم	(۱۱۵۱ھ ۱۲۰۲ھ)
۹۔	حضرت مخدوم محمد زمان، صاحب ثالث	دستار نہم	(۱۱۸۰ھ ۱۲۲۲ھ)
۱۰۔	حضرت مخدوم میرل معصوم	دستار دہم	(۱۲۲۱ھ ۱۲۲۳ھ)
۱۱۔	حضرت مخدوم امین محمد، صاحب ثانی	دستار یازدہم	(۱۲۰۵ھ ۱۲۵۲ھ)
۱۲۔	حضرت مخدوم محمد زمان، صاحب رابع	دستار دوازدہم	(۱۲۲۳ھ ۱۲۶۹ھ)
۱۳۔	حضرت مخدوم امین محمد، صاحب ثالث	دستار سیزدہم	(۱۲۵۴ھ ۱۳۰۳ھ)
۱۴۔	حضرت مخدوم محمد زمان، صاحب خامس	دستار چہاردہم	(۱۲۷۸ھ ۱۳۳۱ھ)
۱۵۔	حضرت مخدوم ظہیر الدین، عرف پیریل جام	دستار پانزدہم	(۱۲۸۰ھ ۱۳۴۵ھ)
۱۶۔	حضرت مخدوم غلام محمد صاحب عرف گلن جام	دستار شانزدہم	(۱۳۰۳ھ ۱۳۶۴ھ)
۱۷۔	حضرت مخدوم محمد زمان صاحب سادس طالب المولیٰ زید مجدہٗ	دستار ہفدہم	(تولد ۹ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ)

(کلیات امین صفحہ ۳۰۷ - ۳۰۸)

حضرت پیھن دھنی کی ولادت باسعادت مورخہ ۷ شعبان ۱۲۵۴ھ / ۲۶ اکتوبر ۱۸۳۸ء کو بالائیں

ہوئی ۔

مخدوم امین محمد سے پندرہ برس کی عمر تک یعنی اپنے والد ماجد مخدوم محمد زمان رابع کی وفات تک سایہ پدری کے زیرِ شفقت و عاطفت تربیت پائی ۔ ہالا کے اس مخدوم گھرانے میں تعلیم و تربیت کا مخصوص رواج رہا ہے جس کا مقصد خالص علمی ، دینی اور روحانی ماحول میں بچوں کی ذہنی نشو و نما کرنا ہوتا ہے اس رواج کے مطابق مخدوم امین کی تعلیم و تربیت کی گئی ۔ درگاہ سروریہ کے مجاورین و خادمین میں اللہ کی ایسی نیک اہلِ علم و اہلِ سلوک ہستیاں موجود تھیں جو درس و تدریس میں خصوصی دلچسپی لیتی تھیں ان میں مدرسینِ کرام میں سے حضرت آخوند محمد قاسم ہالائی بھی ایک تھے جو علوم عالیہ میں بڑی شہرت رکھتے تھے ۔ حضرت مخدوم محمد رابع نے اپنی زندگی میں ہی انہیں اپنے فرزند اکبر کا اتالیق مقرر کیا تھا ۔ مخدوم امین آخوند محمد قاسم جیسے صاحب علم و فضل سے عربی ، فارسی اور دیگر علوم و فنون سے آراستہ ہوئے پہلے انھوں نے بڑی جہد اور ریاضت سے علوم متداولہ کی تحصیل کی پھر اسی زمانے کے درس نظامیہ کے نصاب میں تخصیص حاصل کرنے کے بعد قرآن ، تجوید القرآن ، حدیث ، علم الحدیث ، فقہ ، تصوف اور دیگر علوم دینیہ کے دقیق و رقیق مسائل پر عبور حاصل کیا بقول علامہ اقبال ؎

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

مولانا دین محمد وفائی کا بیان ہے :

> وہ اپنے ہمعصر پیر سید رشید الدین صاحب العلم الثالث (جھنڈے والے سے) خصوصی محبت اور عقیدت رکھتے تھے ۔ یہ بہت سخی اور دریا دل شخص تھے وہ توحید کے مسئلے میں عام صوفیوں کی روش کے تابع تھے[5]

مخدوم امین محمد نے راہِ سلوک میں حضرت صبغت اللہ راشدی کے حسن و رنگ کو بھی اپنایا[6] ۔

تعلیم ، عبادت ، ریاضت اور مجاہدے کے باوجود سلوک و طریقت کی خاردار وادیوں میں کسی مرشد کامل کی دستگیری کے بغیر باطنی اسرار و رموز سے علم و آگہی ممکن نہیں ہے ۔ گرچہ ان کے شیخ طریقت باپ مخدوم محمد زمان رابع نے ان کی روحانی تربیت بھی کی تھی لیکن چونکہ امین محمد کی کم سنی میں ان کا وصال ہو گیا تھا ۔ منزل تک پہنچنے کے لیے صرف کتابوں کا علم کافی نہیں بزرگوں اور اللہ والوں کی محبت مشعل راہ حیثیت رکھتی ہے ۔ علامہ اقبال مثنوی "پس چہ باید کرد" میں ایک جگہ کہتے ہیں ؎

صحبت از علم کتابی خوشتر است

صحبت مردان حرٌ، آدم گر است

مخدوم امین سائیں نے سروری جماعت کے ایک سیلانی درویش سہیل عرف سیلو کی صحبت اختیار کی اور ان سے مستفیض ہو کر شریعت و طریقت، کشف و کرامات کے مقامات کی بلندیوں پر پہنچے۔[۵]

آں راکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند

سہیل فقیر نے ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۵ء میں وفات پائی۔ ان کی ابدی آرام گاہ ان کے روحانی مرشد حضرت مخدوم نوح سروری ہالائی کے احاطۂ درگاہ سروریہ میں واقع ہے۔[۸]

اللہ جل شانہ نے مخدوم امین محمد کو دین کی بیکراں رحمتوں اور بیشتر نعمتوں سے نوازا تھا انہوں نے عشرت و راحت، جاہ و حشمت کی زندگی گزاری لیکن خدمت خلق اور خدمت دین سے ایک پل کے لیے بھی غافل نہ رہے۔ ان کی فیاضی، دردمندی، اخلاص و ایثار علم و حکمت کی چھاؤں میں بے شمار شاگردوں، مریدوں، عقیدت مندوں اور ضرورت مند غریب و نادار انسانوں نے بقدر ظرف فیض پایا۔ ان کا حلقۂ ارادت و عقیدت وسیع تھا۔ اہل علم و ادب، ارباب نور بصیرت بھی ان کے حلقہ بگوش تھے چند کے نام یہ ہیں:

۱۔ سید پیر شاہ اجتبائی
۲۔ سید فاضل شاہ حیدرآبادی
۳۔ اخوند اللہ بخش انصاری
۴۔ قاضی یار محمد ہالائی
۵۔ فقیر محمد پریل مگسی
۶۔ فقیر محمد پریل نوشہروائی
۷۔ منشی فقیر راحم
۸۔ فقیر اللہ بخش بھٹو
۹۔ قاضی عبداللہ بصورگر
۱۰۔ اخوند عبدالغنی
۱۱۔ اخوند عبدالمنعم
۱۲۔ سیٹھ دشتمداس

مخدوم امین کا سراپا حسین و دلکش، پیکر نور شگفتہ و وقار۔ پوشاک اکثر رنگین زیب تن فرماتے عطر و خوشبو سے شوق فرماتے گرد و پیش کی فضا خوشبوؤں سے مہکتی رہتی۔

مخدوم امین محمد بوقت شب قدر ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۰۳ھ ہجری مطابق ۲۹ جنوری ۱۸۸۶ء

کو داصل رب کریم ہوئے۔ گوشۂ درگاہ سروریہ شریف میں محو خواب ہیں۔ اس شاندار درگاہ شریف کی تعمیر فرمان روائے سندھ میر فتح علی خاں تالپور نے کرائی تھی۔

سائیں امین محمد کے انتقال پرملال پر تاریخیں، قطعات، نوحے، مرثیے ان کے معاصر شعرائے کرام کے علاوہ بعد کے ارباب فکر و فن نے بھی لکھے۔ جن میں سے قاضی عبدالمعانی ہالائی، مخدوم محمد ابراہیم خلیل نقشبندی ٹھٹوی، آخوند عبدالحمید شائق متعوی، عبداللہ ٹھٹوی، عبداللطیف ٹھٹوی، منشی سعداللہ نیازی ہالائی کے قطعات تاریخ ہائے وفات مختلف رسائل و جرائد اور تذکروں میں شائع ہو چکے ہیں۔ مخدوم امین ہالائی جنت مکانی کے ایک ہم عصر مخدوم محمد ابراہیم خلیل ٹھٹوی (۱۲۴۳-۱۳۱۷ھ)[۹] مولفہ تکملہ مقالات الشعراء کا ایک قطعۂ تاریخ وفات درج ذیل ہے جس کے مطالعہ سے جہاں سے ایک طرف شاعر کے اپنے معاصر صوفی عالم و شاعر کے بے حد عقیدت و محبت کا اظہار ہوتا ہے، وہاں مخدوم محمد ابراہیم خلیل نقشبندی ٹھٹوی جیسے سندھی شاعر کی فارسی گوئی و فارسی دانی کے کمال کا ایک نمونہ بھی ہمارے سامنے آتا ہے ؎

دریغا شب قدر در ماہ رمضان　　عیاں شد عزانی امین محمد
خرد گشت تاریخ ترحیل او را　　بہ ملد است جان امین محمد

۱۳۰۲ھ

دلا گریہ را دام گیر از رگ ابر　　کہ اینجا عزانی محمد امین است
بیا سوز از رعدیہ تقلب فریاد　　کہ ماتم کہ این سالک رشد دین است
زرمضان چو ششش بود افزوں عشریں　　برحلت غم افزائی روئے زمین است
شب اربعا لیلۃ القدر خیر　　بوصل حبیبش شب اولیں است
حدیث خوانیم را عبرت آمد　　بخوش وضع در وصف امام مبین است
ہر آنکس کہ حالات او دید گفتا　　کہ اسپ مقامات او را برین است
شنید آنکہ او صنائع اخلاق او را　　بگفتا کہ گفتار تحقیق این است
دو جانی علائق زخود فرمود　　بنور ہدیٰ پیر طریق تقین است
بگو زان نشانش بغیر از دعینی　　شب قدر نزد محمد امین است

کلیاتِ امین

امینؔ ہالائی کی عظمتِ علم وفن کی یادگار

زندہ قومیں اور ان کی خوش بخت اولاد مختلف صورتوں میں اپنے محسنوں کی یادیں تازہ کرتی رہتی ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ ان کے علمی ودینی اثاثوں کی حفاظت کرنا بھی اپنا فریضہ جانتی ہے درگاہ سروریہ شریف ہالا کے سولہویں سجادہ نشین سروری جماعت کے روحانی پیشوا مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے اپنے آباؤ اجداد اور اسلاف کے پانچ سو سالہ علمی ودینی اثاثوں مخطوطات۔ ملفوظات، مکتوبات، دستاویزات اور دیگر نوادرات کو بڑی دردمندی سے محفوظ رکھا ہے بعض مخطوطات کو وقتاً فوقتاً ترتیب وتدوین کے بعد شایانِ شان معیار کے ساتھ چھپواتے بھی رہتے ہیں۔

ان میں سب سے اہم ونادر مخطوطہ اس قرآن حکیم کے مکمل فارسی ترجمے کا ہے جس کے مترجم حضرت مخدوم نوح سرور ہالائی رحمۃ اللہ علیہ دسویں صدی ہجری میں گزرے ہیں۔ یہ ترجمہ مع تفسیر ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء میں سندھ کے سب سے فعال ادارہ سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد/ جام شورو کے زیرِ اہتمام علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی جیسے عظیم المرتبت عالم ومفکرِ اسلام کی تقدیم وتحشیہ اور تصحیح کے ساتھ شائع ہوچکا ہے

دوسرا اہم مخطوطہ کلیاتِ امین ہے جو مخدوم امین محمد امین ہالائی (۱۲۵۴/۱۸۴۲ ۔ ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء) کے آج سے سو سال پہلے کی فکری اساس کے اثاثے پر مبنی ہے۔ کلیاتِ امین کو سروری جماعت کے ایک دیدہ ور اسکالر سابق پرنسپل سروری اسلامیہ کالج ہالا اسپچل سرمست کالج حیدرآباد اور راقم الحروف کے کرم فرما پروفیسر محبوب علی چنا سیوہانی مرحوم نے بے انتہا عرق ریزی، محنت شاقہ اور تحقیق سے ایڈیٹ کیا تھا۔ سندھی ادبی بورڈ کے تحت اس کلیات کا پہلا ایڈیشن ۱۹۶۶ء میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر اہلِ ذوق واہلِ نظر کے ہاتھوں میں پہنچا تھا۔ زیرِ نظر کلیات دوسرا ایڈیشن ہے جو اسی بورڈ کی جانب سے ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء میں نہایت خوبصورت اور معیاری انداز میں دیدہ زیب گیٹ آپ اور نفیس کاغذ وطباعت کے ساتھ منظرِ عام پر آیا ہے ڈیمی سائز $\frac{22\times36}{16}$ کے ۳۵۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

کلیاتِ امین کا آغاز چیئرمین سندھی ادبی بورڈ کے تازہ پیش لفظ سے ہوتا ہے اس پیش لفظ مورخہ یکم ستمبر ۱۹۹۰ء میں طالب المولیٰ صاحب نے پروفیسر محبوب علی چنا مرحوم کی علمی و ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ جو مرحوم نے مخدوم نوح سرورؒ اور ان کے خاندان کے خدمات و حالات بالخصوص شجرہ نسب عالیہ سے متعلق معلومات فراہم کرنے کے سلسلے میں انجام دی تھیں۔ اس کتاب کا پہلا پیش لفظ سائیں طالب المولیٰ نے ۲۵ دسمبر ۱۹۶۵ء کو تحریر فرمایا تھا جس میں انھوں نے سندھی ادبی بورڈ کے حسنِ کارکردگی کو سراہا ہے یہ دونوں پیش لفظ نہایت جامع ہیں اور حضرت طالب المولیٰ کے منفرد اسلوب نگارش کا عمدہ نمونہ بھی۔

کلیاتِ امین کے ابتدائی حصے میں مخدوم امین محمد ثالث کے سوانح، سیرت، کردار اور زندگی کے مختلف حالات و واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جن کے مطالعہ سے مخدوم سائیں کی شخصیت خدمات و کمالات اور علم و فن کے بہت سے پہلو اجاگر ہوتے ہیں۔ اس کتاب کا وہ حصہ خصوصیت کے ساتھ لائق مطالعہ و قابلِ استفادہ ہے جو امین سائیں کے مریدوں، عقیدت مندوں کے علاوہ ان کے تقریباً تیس ۳۰ سے زائد ہم عصر علماء ادباء شعراء پر مشتمل ہے یہ وہ عہد تھا جب تالپوروں کی سلطنت اختتام کو پہنچ چکی تھی اور انگریزوں کی حکومت کا دور دورہ تھا اس کے باوجود امین بالائی کا دور علم و ادب کے عروج کا دور تھا نہ صرف سندھی بلکہ فارسی اور اردو زبان کو بھی فروغ ہوا۔ عہد برطانیہ کے ابتدائی عرصے میں سندھی زبان کی اصلاحات ہوئیں فارسی زبان کا زوال شروع ہوا۔ اردو زبان اور اس کا ادب ترقی کی ایک نئی سمت پر گامزن ہوا۔ مخدوم امین کو علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل کے ساتھ ساتھ فنی و شعری علوم میں بھی دست گاہ حاصل کرنے کا ماحول ساز گار ملا انھوں نے شیوخ طریقت کے علاوہ بزرگان ادب سے بھی کسب کمال حاصل کیا۔

مخدوم امین کے استادِ مکرم حضرت آخوند محمد قاسم بالائی جید عالم دین ہی نہیں سندھی فارسی اور اردو کے اعلیٰ درجے کے شاعر بھی تھے انھوں نے اپنے شاگرد رشید کو تعلیمات اسلامیہ کے ساتھ ساتھ رموزِ سخن اور نکاتِ شعری سے بھی بہرہ ور کیا۔

مخدوم امین سندھی سرائیکی فارسی اور اردو میں قادر الکلام سے شعر کہتے تھے۔ کلیات امین ان کے ان چاروں زبانوں کے کلام پر محیط ہے۔ بالخصوص سندھی سرائیکی کافیوں، دائیوں، دوہڑے

سی حرفیوں جیسی مشکل اصناف پر انہیں ملکہ حاصل تھا۔ شاہ لطیف اور سچل سرمست کی طرح ان کی وائیاں اور کافیاں، ہیئت، دقیق، صوت و معنویت کے اعتبار سے سندھی ادب کا بیش قیمت خزانہ ہیں۔ اس کلیات میں غزل، ابیات، اور مرثیے بھی شامل ہیں غرض یہ کہ ان کے زمانے کی تمام مروجہ اہم صنفوں پر ان کے افکار عالیہ ان کی فکر و نظر کی گہرائیوں اور علم و عرفان کی گیرائیوں کے مظہر ہیں۔

امین بنیادی طور پر ایک صوفی عالم اور شاعر تھے۔ اسی لیے ان کی نثری نگارشات اور شعری تخلیقات دونوں وحدت الوجود کی وسیع معنویت، عمیق خیالات تصوف و معرفت کے رقیق نکات و کنایات سے مملو ہیں عارفانہ کلام میں بابا فریدالدین گنج شکر اور پیر پگارا پیر اصغر علی شاہ راشدی کی پیروی کی ہے اپنے جدِ اعلیٰ غوث الحق حضرت مخدوم نوح سروری کے فلسفۂ تصوف و معرفت کو فروغ دیا ہے قادریہ سہروردیہ چشتیہ بزرگان دین کے فیضان و برکات کی روشنی میں سلوک و صفا کی جو الگ راہ نکالی وہ جدید عصری و سائنسی رجحانات سے سراسر ہم آہنگ ہے۔ ان کا اسلوب موثر، دلکش، دلپذیر اور روح پرور ہے

امین اِلائی فارسی سے بھی خاص شغف رکھتے تھے ان کے فارسی کلام میں نعتوں اور غزلوں کا عمدہ نمونہ ملتا ہے۔ اپنے اشعار میں انھوں نے توحید، رسالت، وحدت، کثرت، ہمہ اوست، عشق و محویت کے اسرار و رموز کو سادہ و دلنشین الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ان کی نعتیں سرورِ کائنات، محسن انسانیت رحمت اللعالمین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت، عقیدت اور عشق بیکراں کی آئینہ دار ہیں ؎

منم زریدہ غلام تو یارسول اللہؐ — بگوشِ حلقۂ دام تو یارسول اللہؐ
برہ مرا بجوارِ مزارِ آلِ منزل — بحق آیا کرام تو یارسول اللہؐ
بہ پیشِ روضۂ پاکت کنم بعجز و نیاز — درود و سلام تو یارسول اللہؐ
مرا بحق کہ بس از ذکر نام او دلگیر — پسند نیست زنام تو یارسول اللہؐ
بخاطر این است تمنا کہ الیش راجاروب — کنم بصحن مدام تو یارسول اللہؐ
تشنہ مقدم از طواف مرقدِ تو — بہ انتظارِ پیام تو یارسول اللہؐ

مخدوم امین حضرت لعل قلندر شہباز کے بہت مداح تھے۔ ان کی فارسی شاعری سے متاثر تھے ایک نظم بعنوان "بانگ شہباز" میں شہباز کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے

اس نظم میں شہبازی کا رنگ شاعری نمایاں ہے ؎

اے یار ما چہ دانی تو شیوہ رندان	شہباز بر شکارم تو کے ز اہلِ رندان
ما کیم "متری" اسرار راز تفہیم ؎	ما خسرویم اجابت تو شد لیم تندان
ما دل مراد دائیم، جام جہان نمائے	تو دل طمع بہ تسبیح، بیباک ناپسندان
ما واقفیم دجہی، نور د قصر چہ دانیم	ما حیدہ ایم دیدان تو کے زچید چندان ؎
انصاف کن بیائید، ہر دو تنویم حاضر	تو طالب تمنا، ما میر مستمندان

آمد امین محمد مطلوب شد میسر

ما عاشق الستیم، تو عرش رحمندان

؎ اسرار عشق رازم (م) چیدان (ص) من عاشق الستم (ع)

مخدوم امین محمد ہالائی کی اردو شاعری کا تذکرہ سندھ کے عظیم محقق، مفکر، صاحب نظر اور جلیل القدر شخصیت ڈاکٹر نبی بخش بلوچ سابق وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی نے اپنی مشہور معرکہ آرا کتاب "سندھ میں اردو شاعری" میں کیا ہے۔

مخدوم امین کی غزلیں فارسی آمیز اردو میں بھی ہیں اور خالص اردو میں بھی ہیں۔ اردو اشعار میں فارسی الفاظ و تراکیب، تشبیہات و استعارات اور روزمرہ کو برجستگی و بیساختگی سے اپنایا ہے۔ اس رعایت سے تکرارِ لفظی کا بھی کمال دکھایا ہے ان کی ایک اردو فارسی آمیز غزل "دست در دست بادہ نوشاں نوش" ان کی مہارتِ فن کی بہترین مثال ہے اس غزل کا مطلع ہے ؎

اے امین زندگانی آمد در دست

از من و عشق یار نوشاں نوش

یہ شعر قطعی طور پر فارسی کا شعر ہے لیکن اس غزل کے دیگر اشعار فارسی اور اردو کی آمیزش سے تخلیق ہوتے ہیں۔ اس قبیل کے چند اشعار دیکھیے ؎

یار مست و خراب آیا ہے	ساغرِ سرخ ناب لایا ہے
جو مزا دائمی تھا پایا ہے	دست در دست بادہ نوشاں نوش

من کی میں نے مراد ہے پائی — عالم افلاک سے صدا ہے آئی
حال بدمست زلف لہرائی — بانگ بوسے کے گرم گوشاں گوش
لوگو محفل میں کیا کروں اظہار — میں نے دیکھا وہ دلربا دلدار
اب تو اک بات سے بھی ہوں لاچار — یار کہتا ہے ہو خموش خموش

مخدوم امین نے قدیم اساتذہ کے رنگ میں اچھی غزلیں کہی ہیں۔ وہ صاحب دل شاعر تھے دل کے مضمون کو بڑی خوش اسلوبی سے باندھا ہے ؎

عشق میرا ہے تمھاری عقل ہے افراسیاب — دل کے میدانِ مظفر رستم ان پر رہا
شعلۂ دل سے مرے آسماں بھی جلتا ہے — آگ تو بجھتی نہیں میری چشم کے نم سے
تیرے دام سے میرے دل کو چھڑا کون سکے گا — تقدیر کے لکھے کو مٹا کون سکے گا؟
افسوس گری کرتے ہیں خود وہ میرے دل پر — پیچوں سے اس کے مجھے چھڑا کون سکے گا

مخدوم امین ہالائی بحیثیت غزل گو ایک مقام رکھتے تھے اپنے جذبات و خیالات کے اظہار پر پوری طرح قادر تھے۔ ان کی بعض غزلیں حسین تغزل کا عمدہ نمونہ ہیں امین جس عہد کے شاعر تھے ان کا مولد و مسکن ہالا برصغیر کے اردو مرکزوں سے لاتعلق تھا۔ اس کے باوجود ان کا ذوقِ شعری اور حسنِ کلام اردو غزل کے لیے بلاشبہ فالِ نیک ثابت ہوا طوالت کے خیال سے ان کی غزلیات کے چند اشعار کے انتخاب پر اکتفا کیا جاتا ہے ؎

یار کیوں ہوتے ہو خفا پھر دوبارہ ہم سے — آج کیوں الٹ گیا مرا ستارہ ہم سے
خنجر دستِ حنائی کے ہزاروں کشتے — بستے ہیں تیرے سجن زلف کے ہر ہر خم سے

آہ و فریاد و فغاں پر میرے یہ ہنستے ہیں لوگ
کون کہتا ہے کہ جی اور جان سے بھی مر رہا

اے امین اس بات پر انصاف ہے اس آن میں
سینکڑوں سرگم ہوئے گم راہ کا رہبر رہا

وہ لائے میرے حق میں چھری سینے پہ میرے
اس ہاتھ حنائی کو ہٹا کون سکے گا

مژگاں کے تیروں سے تو زخمی ہیں ہزاروں
گھایل کو دیکھ تیرے بچا کون سکے گا

گر آپ چلن یار ہوا ہے میرے پیارے
اس داغِ جدائی کو مٹا کون سکے گا

ہر دم ۔ ہے امین میری شفاعت پہ محمدؐ
گردش میں زمانے کے مٹا کون سکے گا

حواشی

۱ سلسلہ عالیہ و شجرہ نسب عالیہ کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو ۔ کلیات امین ، مرتبہ : پروفیسر محبوب علی چنا ص ۱۵ ، ۱۶ ۔ مطبوعہ : سندھی ادبی بورڈ جامشورو سندھ اشاعت دوم ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۰ء کلیات امین کی اشاعت اول کئی برس سے عدم دستیاب تھی اس کا دوسرا ایڈیشن حال ہی میں منظر عام پر آیا ہے ۔ امین مخترمی و مخلصی پروفیسر محبوب سردی سیکریٹری سندھی ادبی بورڈ کا ممنونِ احسان ہوں جن کی خاص مہربانی سے یہ نسخہ میرے ہاتھ آیا ۔ کلیات امین کا پہلا ایڈیشن ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا تھا ان ہی دنوں میرے بزرگ کرم فرما مخدوم الزماں ہالائی سابق مہتمم کتب خانہ سندھی ادبی بورڈ کی نوازش سے مجھے اس ایڈیشن سے استفادے کی سعادت حاصل ہوئی تھی ۔

۲ ، ۳ تذکرہ مشاہیر سندھ مولفہ مولانا دین محمد وفائی (سندھی ص ۱۲۲) اور اردو ترجمہ (ص ۱۶۵) میں مخدوم امین محمد ثالث کو ثانی اور ان کے والد غلام محمد زمان رابع کو ثالث لکھا گیا ہے جب کہ سندھ میں اردو شاعری مصنفہ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ (ص ۱۵۳) اور کلیاتِ امین (سندھی ص ۳۸) کے حوالوں سے ان دونوں کے صحیح نام علی الترتیب مخدوم امین محمد ثالث اور مخدوم محمد زمان رابع ہونے چاہئیں ۔ امید ہے کہ مشاہیر سندھ حصہ اول اردو سندھی کے آیندہ ایڈیشن میں ان تسامحات کو پیش نظر رکھا جائے گا

۴ پروفیسر محبوب علی چنا نے کلیات امین (ص ۱۷) اور ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے سندھ میں اردو شاعری (ص ۱۵۰) میں مخدوم امین محمد کا سن ولادت ۱۲۵۴ھ تحریر فرمایا ہے جبکہ مولانا دین محمد وفائی نے تذکرہ مشاہیر سندھ (سندھی حصہ اول ص ۱۴۷ اور اردو ترجمہ ص ۱۶۵) میں ۱۹ رجب المرجب سنہ ۱۲۵۶ھ

لکھا ہے جو درست نہیں معلوم ہوتا۔ مشاہیر سندھ کے آئندہ ایڈیشن میں یہ تصحیح ضروری ہے ۔

۵۵ تذکرہ مشاہیر سندھ حصہ اول، اردو ترجمہ ڈاکٹر عزیز انصاری/عبید اللہ دریاہ (ص ۱۶۵) ناشر سندھی ادبی بورڈ جامشورو، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء راقم الحروف سندھی ادبی بورڈ کے سیکریٹری پروفیسر محبوب علی سروری کا تہہ دل سے شکر گزار ہے جن کی عنایت سے اس کے مطالعہ کی توفیق ہوئی اللہ انھیں اس نیکی کا اجر عطا فرمائے ۔

۵۶ کلیات امین ص ۱۸ ۔ ۵۷ کلیات امین ص ۲۱،۲۲ ۔

۵۸ ملاحظہ ہو مقالہ "علم و ادب میں ہالا قدیم کا حصہ" از قاضی محمد، مطبوعہ، ماہنامہ الرحیم (سندھی) مئی جون ۱۹۷۵ء شائع کردہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد۔

۵۹ مخدوم محمد ابراہیم خلیل نقشبندی ٹھٹھوی کے حالات اور کلام کے لیے ملاحظہ ہو راقم السطور (ڈاکٹر وفا راشدی) کا مقالہ مشمولہ ماہنامہ المعارف فروری ۱۹۸۰ء ۔

۶۰ ملاحظہ ہو مقالہ "لعل قلندر شہباز بحیثیت شاعر" مشمولہ مہران نقش، مصنفہ ڈاکٹر وفا راشدی مطبوعہ، مکتبہ اشاعت اردو کراچی ۱۹۸۶ء ۔

۶۱ سندھ میں اردو شاعری، مصنفہ ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ ۔ ۶۶ سندھی شعراء کی اردو شاعری کا پہلا تذکرہ ہے جو عہد شاہجہاں سے ۱۹۳۶ء تک کے دور کا احاطہ کرتا ہے۔ سائز ۲۳×۳۶/۱۶ ضخامت ۲۸۴ صفحات اس کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کا پہلا ایڈیشن مہران آرٹس کونسل حیدرآباد نے ۱۹۶۷ء میں شائع کیا تھا۔ سندھ کے ایک خاموش مگر نہایت قابل قدر علم دوست ادب نواز اہل علم کے قدردان اور متعدد سندھی کتابوں کے ناشر احمد نبی شیخ (جنھیں میں عقیدت و محبت میں احمد بھائی کہتا ہوں) کی توجہ سے مجھے اس کتاب کا ایک نسخہ مل سکا ہے۔ اس کرم فرمائی کے لیے میں احمد بھائی کا ممنونِ احسان ہوں۔ احمد بھائی سندھ پرنٹنگ پریس اور زیب ادبی مرکز کے مالک بھی ہیں۔ مگر ان کی طبیعت فقیرانہ اور مزاج عاجزانہ ہے ایسے مخلص اور سچے لوگ اس دورِ مفاد پرستی میں کم کم رہ گئے ہیں۔ اہل علم و اہل ادب کی تواضع اور میزبانی ان کا روز کا معمول ہے۔ رحمت بک بائنڈرز نامی دکان برائے نام ہے۔ اس سے زیادہ اس کی اہمیت یہ ہے کہ یہ پورے سندھ کے ادیبوں کی ملاقاتوں کا مرکز سا ہے۔ سندھ میں اردو شاعری کا ایک ایڈیشن مجلسِ ترقی ادب لاہور کی جانب سے بھی منظر عام پر آچکا ہے ۔